کتب سماوی پر ایک نظر

(۸)

عہد جدید (اناجیل وغیرہم)

(از جناب ذوقی شاہ صاحب)

کثرت ازدواج اس مسئلہ پر دنیائے مغرب میں عام طور پر بڑی غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے اور یہ گمان کیا جاتا ہے کہ مذہب عیسوی ایک وقت میں ایک سے زائد بیویاں کرنے کی اجازت نہیں دیتا حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔ بائیبل اس خیال کی تردید کرتی ہے۔

ہم متعدد بار بتلا چکے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے توریت کو منسوخ نہیں فرمایا اور نہ عیسائیوں کو احکام توریت کی پابندی سے مستثنیٰ کیا ہے۔ اصلی اور سچی عیسویت بائبل کی رو سے توریت اور انجیل دونوں کی پابندی پر مشتمل ہے۔ پہلے توریت کو لیجیے اور مندرجہ ذیل حوالجات کو ملاحظہ فرمائیے:-

پیدائش باب ۱۶ آیہ ۳ و ۴، باب ۲۵ آیہ ۱، باب ۳۵ آیہ ۲۳ تا ۲۶ - احبار باب ۱۸ آیہ ۱۸ - استثنار باب ۲۱ آیہ ۱۵ - قاضیون باب ۸ آیہ ۳۰ - اول سموئیل باب ۱ آیہ ۱ و ۲ و ۳، باب ۲۵ آیہ ۴۲ تا ۴۴، دوم سموئیل باب ۳، باب ۵ آیہ ۱۳، باب ۱۱ آیہ ۲۷، باب ۱۲ آیہ ۸، باب ۵ آیہ ۱۶ - اول سلاطین باب ۱ آیہ ۱ تا ۴، باب ۱۱ آیہ ۱ تا ۳ - اول تواریخ باب ۳ آیہ ۱ تا ۹، باب ۱۴ آیہ ۳ - دوم تواریخ باب ۱۱ آیہ ۲۱، باب ۱۳ آیہ ۲۱، باب ۲۴ آیہ ۲ و ۳ -

کتب عہد عتیق کے متذکرہ بالا مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ایک ہی وقت میں ایک سے زائد بیویاں کرنے کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ اسمیں برکت اور برگزیدگی بھی ہے اور اللہ کے برگزیدہ بندوں اور انبیاء علیہم السلام کا اسپر نہایت شد و مد کے ساتھ بکثرت عمل بھی رہا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے تین نکاح کیے۔ بی بی سارہ بی بی ہاجرہ اور بی بی قطورہ سے، اور اگر بی بی قطورہ سے عقد بی بی سارہ کی وفات کے بعد بھی تسلیم کیا جائے تب بھی دو بیویوں کا بیک وقت مجتمع ہونا تو بالاتفاق ثابت ہے یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں۔ حضرت سموئیل نبی کے والد ماجد کی دو بیویاں تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں۔ داؤد علیہ السلام کی ننو بیویاں تھیں (یہ وہ برگزیدہ نبی ہیں جنکی نسل سے بلحاظ جسم مسیح ع کا پیدا ہونا بائیبل میں بیان کیا گیا ہے۔ بڑی عظمت کے ساتھ آپکا ذکر آیا ہے اور باستثناء اس معاملہ کے جو زوجہ اوریاہ کے متعلق بائبل میں آپ سے منسوب کیا گیا ہے اور کوئی الزام آپ پر نہیں لگایا گیا حتیٰ کہ آپ کی کثرت ازدواج پر بھی آپ پر کوئی اعتراض نہیں آپکی زبور یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب مقدسہ میں اب تک کمال عزت وعظمت کے ساتھ موجود ہے) سلیمان علیہ السلام کی سات سو (۷۰۰) بیویاں تھیں اور تین سو (۳۰۰) حرم (آپ پر بھی بائیبل میں اس کثرت ازدواج پر کہیں کوئی الزام نہیں آیا) حضرت سلیمان کے بیٹے رجبعام کی اٹھارہ (۱۸) بیویاں تھیں اور ساٹھ (۶۰) حرم۔ حضرت سلیمان کے پوتے ابیاہ کی چودہ (۱۴) بیویاں تھیں۔ حضرت جدعون کی بھی بہت سی بیویاں تھیں۔

اب اناجیل کو لیجیے۔ اناجیل میں کہیں توریت کی اس اجازت کو منسوخ نہیں کیا گیا۔ عہد جدید کی کتب مقدسہ میں سے کسی کتاب میں ایک سے زائد بیویوں کے ایک ہی وقت میں جمع کرنے کی ممانعت نہیں آئی۔ صرف دو موقعوں پر اس قسم کی عبارت پائی جاتی ہے جس سے شائد اس نوع کی ممانعت کا التباس ہوا ہو۔ پولوس کے تمطاؤس کے نام پہلے خط کے باب ۳ آیہ ۲ میں مندرجہ ذیل عبارت واقع ہوئی ہے:-

"یہ بات سچ ہے کہ جو کوئی کلیسے کی نگہبانی کی آرزو رکھتا ہے وہ اچھا کام چاہتا ہے۔ پس چاہیئے کہ نگہبان بے عیب، ایک جورو کا شوہر، پرہیزگار، صاحب تمیز، مسافر دوست، تعلیم دینے میں قابل ہو"

اسی سے ملتی جلتی اور اسی مضمون کی عبارت پولوس کے طیطس کے نام خط کے باب ۱ آیہ ۶ میں پائی جاتی ہے۔ اول تو

ان دونوں عبارتوں کو اناجیل اربعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ پولوس کے مشکوک اور غیر معتبر خطوط کی عبارت ہے۔ اگر ان خطوط کو معتبر بھی مانا جائے تو یہ پولوس کی ذاتی رائے ہے جو نہ شریعت موسوی میں ترمیم کا باعث ہو سکتی ہے نہ شریعت عیسوی میں علاوہ ازیں پولوس کی یہ رائے بھی صرف پادریوں اور کلیسے کے خدام سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ عام عیسائیوں سے۔ پادریوں اور مذہبی خدمت کرنے والوں کو صرف مشورہ دیا گیا ہے کہ بہتر ہو اگر ان کے ایک ہی بیوی ہو تا کہ بیوی بچوں میں ان کا زیادہ وقت صرف نہ ہو اور کلیسا کی خدمت کے لیے انہیں فرصت زیادہ ملے۔ اس مشورہ کی رو سے بھی پادریوں کے لیے بہتر ہے اگرچہ ایک ہی بیوی رکھیں لیکن ایک سے زائد بیویاں اگر ان کے پاس ہوں تو اسے گناہ ہرگز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ قرنتیوں کے باب ۷، آیہ ۱ میں یہی پولوس لکھتے ہیں کہ:۔

"مرد کے لیے یہ اچھا ہے کہ عورت کو نہ چھوئے"

اور اسی باب کی آیہ ۲۸ میں مردوں اور عورتوں کو شادی نہ کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے مگر اس مشورہ کے خلاف عمل کرنے والوں کو گنہگار بھی نہیں ٹھیرایا گیا۔ چنانچہ اسی باب میں جہاں آیہ ۱ میں مرد کے لیے عورت کا نہ چھونا اچھا بیان کیا گیا ہے وہاں آیہ ۲ میں فوراً یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ "اگر حرامکاری سے بچنے کے لیے کوئی مرد جورو کرے یا عورت شوہر کرے" تو مضائقہ نہیں۔ اور آیہ ۲۸ میں جہاں مردوں اور عورتوں کو شادی کے خلاف مشورہ دیا گیا ہے وہاں اسی آیہ میں یہ بھی صاف جتلا دیا گیا ہے کہ اگر کوئی نکاح کرے تو گناہ نہیں۔ بالکل اسی نوع کا مشورہ پادریوں کو بھی دیا گیا ہے کہ اگر وہ ایک ہی بیوی پر قناعت کریں تو مذہبی خدمت کا انجام دینا ان کے لیے زیادہ آسان ہوگا۔ اگر ایک سے زیادہ بیوی کا ایک ہی وقت میں رکھنا مذہبًا گناہ ہوتا تو ممانعت عام ہوتی، نہ کہ پادریوں کے لیے خاص۔ اس ممانعت خاص سے اس بات کا پتہ بھی چلتا ہے کہ اوس زمانہ میں عیسائیوں میں کثیر الازدواجی کی رسم عام تھی جس سے پادریوں کو باز رکھنے کی کوشش کی گئی۔ اس ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حواریوں کے زمانہ میں، نیز اون کے بعد بھی اغیار کے ہاتھوں بیچارے عیسائیوں پر ایسے شدید مظالم اور مصائب کی بارش ہوتی رہی ہے کہ اون بیچاروں کو وطن چھوڑنا پڑتا تھا برسوں جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپنا پڑتا تھا جب پکڑے جاتے تھے تو بڑی اذیت سے قتل کیے جاتے تھے۔ باپ کے سامنے بیٹا اور بیٹے کے

سامنے باپ قتل ہوتا تھا۔ عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو جاتے تھے۔ جب یہ لوگ بھاگتے تھے تو سارے گھر کو ساتھ لے کر بھاگنا اور عورتوں بچوں سمیت جنگلوں پہاڑوں میں بسر کرنا بہت دشوار ہوتا تھا پادری **والٹس** صاحب مصر کی بعض قبروں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رومی سلاطین نے عیسائیوں کو ذلیل کر خوفناک اور درد انگیز ایذائیں پہونچائیں اور تباہیاں ان پر برپا کیں ان میں عیسائی لوگ انہیں غاروں میں پناہ لیتے تھے اور اپنے مُردوں کو انہیں میں دفن کر دیتے تھے۔ **قرنتیوں** کے باب ۷، آیات ۲۶ تا ۲۹ میں انہیں مصائب کی جانب اشارہ ہے۔ ان حالات میں ایک بیوی کا ہونا بھی مصیبت ہوتا ہے چہ جائیکہ متعدد بیویاں ہوں، خصوصاً پادریوں کے لیئے جن کے کاندھوں پر کلیسائی خدمت اور متبعین مسیح کی رہنمائی کا بھی بار تھا۔ ان پادریوں کے لیے ان حالات میں یہ ایک عارضی مشورہ تھا جو پولوس نے پیش کیا تھا اور وہ کوئی مذہبی حیثیت نہ رکھتا تھا۔

عیسائیوں میں ایک فرقہ ہے جو **مورمن** کے نام سے موسوم ہے۔ ان میں ہر عیسائی کو بارہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ ان کے پیشوا **برگہم ینگ** (۱۸۰۱ء تا ۱۸۷۷ء) کے پاس ایک وقت میں پچاس (۵۰) بیویاں رہ چکی ہیں۔ عیسائی عقیدہ کے بموجب عیسیٰ علیہ السلام کی بھی دو بیویاں قرار پاتی ہیں۔ ایک کلیسہ قدیم یعنی جماعت یہود۔ اور دوسری کلیسہ جدید یعنی جماعت نصاریٰ (دیکھو دوم قرنتیوں کا باب ۱۱ آیہ ۲۔ اور مکاشفات باب ۱۹ آیہ ۷، باب ۲۱ آیہ ۹، باب ۲۲ آیہ ۱۷)۔ پراٹسٹنٹ فرقہ کے بانی **مارٹن لوتھر** نے ایک دولت مند شخص **فلپ** کو دو بیویاں رکھنے کی اجازت دی۔ **لوتھر** صاحب اپنی بعض تحریروں میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ انسان دس یا زیادہ بیویاں ایک ساتھ رکھ سکتا ہے۔ تاریخ میں عیسائی دنیا کی متعدد مشہور ہستیاں ایسی پائی جاتی ہیں جنھوں نے ایک ہی وقت میں متعدد بیویاں کیں۔ جرمنی اور فرانس کے متعدد بادشاہ تک اس زمرہ میں شامل ہیں۔ خود انگلستان کے بادشاہ **ہینری ہشتم** نے جو فرقہ پراٹسٹنٹ کے زبردست سرپرست تھے متعدد نکاح کیے اور ایک وقت میں تین بیویاں رکھیں۔ جرمنی کے پادری **بونیفس** نے پوپ **گریگوری** سے ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں دریافت کیا کہ انسان کو کس حالت میں دو بیبیاں کرنی جائز ہیں، پوپ نے جواب دیا کہ جب بیوی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ

خاوند اس سے مباشرت نہ کر سکے اس صورت میں خاوند کو دوسرا نکاح کر لینا درست ہے بشرطیکہ وہ بیمار بیوی کی ہر طرح خبرگیری کرتا رہے۔ عیسائیوں نے خود کثیر الازدواجی کے جواز میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ رومن کیتھولک فرقہ کے راہبوں کی ایک جماعت کپوشینز کے رہنما برناڈا وکینس نے اس رسم کے پسندیدہ ہونے کی تائید میں ایک کتاب لکھی ہے۔ ان تائید کرنے والوں میں سے جو کہ متعدد ہیں سب سے زیادہ مشہور شخص جان ملٹن (۱۶۰۸ تا ۱۶۷۴ء) ہے جس نے اس رسم کی حمایت میں بڑا زور صرف کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب مضمون در باب مذہب عیسویت میں اس امر کے ثبوت میں انجیل سے بہت سے فقرے نقل کرتا ہے پھر لکھتا ہے کہ :-

"علاوہ اس کے خدا تعالیٰ نے اپنے آپ کو استعارہ کے طور پر ایک حکایت میں مرد بتایا ہے (حزقی ایل باب ۲۳) جس نے احولا اور احولیا دو عورتوں سے نکاح کیا۔ اگر یہ رسم در اصل بری ہوتی تو خدا تعالیٰ استعارہ میں بھی اس رسم کو اپنے لئے اختیار نہ کرتا۔ جس رسم کی انجیل میں ممانعت نہ ہو ہم اسکو کسی دلیل سے برا اور ذلیل کہیں۔ کیونکہ انجیل نے کسی ملکی قانون کو جو اس سے پہلے رائج تھا برا نہیں کہا۔ انجیل میں صرف یہ حکم ہے کہ ایلڈرا اور ڈیکن پادری وہ لوگ بنائے جائیں جو صرف ایک بیوی رکھتے ہوں (اول تمطاؤس باب ۳ آیۃ ۲ اور طیطس باب آیۃ ۶) اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا گناہ ہے کیونکہ اگر گناہ ہوتا تو یہ حکم سب کے لیے عام ہوتا صرف پادریوں ہی کے لیے نہ ہوتا۔ اس حکم میں یہ مصلحت ہے کہ ایک بیوی والے دنیا میں اتنا گرفتار نہ ہوں گے جتنا کہ زیادہ بیویوں والے اور اس وجہ سے یہ لوگ گرجے کا کام بخوبی انجام دے سکیں گے۔ یہ ممانعت بھی کچھ گناہ ہونے کے سبب سے نہیں ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سب کو ایک سے زیادہ بیبیاں جمع کرنے کی اجازت ہے اور اکثر لوگوں نے اس رسم کو اختیار بھی کیا ہے۔ حضرت مسیح نے کوئی جھوٹی صورت بیان نہیں کی۔ ہمارے اکثر نبیوں نے ایک سے زائد بیبیاں مجتمع کیں

لہٰذا مجھے یقین ہے کہ ایسی بے ادبی کوئی نہ کرے گا کہ اس رسم کو حرام یا زنا ٹھیرائے کیونکہ انجیل میں صاف لکھا ہے کہ حرامکاروں اور زانیوں کو اللہ سزا دیگا اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا میں خود محافظ ہوں۔ لہٰذا ایک سے زیادہ بیبیاں جمع کرنا نکاح ٹھیرا اور نکاح ہر طرح حلال اور درست ہے۔ حضرت موسیٰ ہی فرماتے ہیں کہ نکاح کرنا بہت اچھا ہے اور گناہ نہیں ہے"

پادری فاکس صاحب اپنی کتاب الموسوم بہ "غلطیوں کی اصلاح" مطبوعہ امریکن مشن پریس لکھنؤ ۱۸۶۸ء کے صفحہ ۲۰۶ و ۲۰۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

"تعدد ازدواج کے مقدمہ میں ہم بے تردد تسلیم کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں بھی اس دستور نے رواج پایا تھا اور خدا نے بھی اسکو منع نہیں کیا بلکہ اسی رسم پر چلنے والوں کو اکثر برکت کا وعدہ فرمایا ہے"

یہاں نامناسب نہ ہوگا اگر رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بعض عیسائی اس معاملہ میں اعتراض پیش کیا کرتے ہیں اوس کے جواب میں ایک عیسائی مصنف ہی کی تحریر کو پیش کر دیا جائے۔ جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

"اور یہ جو عیسائی الزام لگاتے ہیں کہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) شہوت پرست تھے (نعوذ باللہ) یہ اون کا الزام باطل ہے۔ کیونکہ جب آپ نے ظہور فرمایا اوس زمانہ میں اہل عرب میں بے انتہا نکاحوں کا رواج تھا۔ پس یہ امر بظاہر بیہودہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا شخص جو خود شہوت پرست ہو وہ بدکاری کی اس رسم کو معدوم کرے۔ علاوہ اسکے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہم یہ بات بھی آنحضرت (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ بھی اپنے ہم وطنوں کی مانند عورتوں سے بہت رغبت رکھتے تھے اور اپنے

یہ کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ آپ اُن انسانی خواہشوں سے بری ہوں جو سب آدمیوں کو ہوتی ہیں۔ بلکہ برعکس اسکے یہ فرمایا ہے کہ میں بھی تمہیں جیسا آدمی ہوں۔ اور بمقابلہ حضرت داؤد کے جو نبی اور بادشاہ تھے اور جن کی تعریف انجیل میں لکھی ہے کہ وہ ایسے آدمی تھے جو خدا کا سا دل رکھتے تھے، آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) ایسے صاف تھے جیسے ایک برف کا ٹکڑا ڈامنا (عفت و پاکدامنی کی دیوی) کے مندر پر گرا ہوا ہو۔ ساؤل کی دوسری دختر بتشبست حضرت داؤد کی پہلی زوجہ تھی۔ اس زوجہ کو اس کے باپ نے آپکی جلا وطنی کے زمانہ میں آپ سے لے لیا۔ بعد ازاں آپ نے مسلسل کتنے ہی نکاح کیے مگر بایں ہمہ اپنی پہلی زوجہ کا بھی دعویٰ برابر کرتے رہے۔ حضرت داؤد نے ایک غیر مختون بادشاہ کی بیٹی سے بھی بے تکلف نکاح کر لیا اور اگر چہ آپ کے ہاں اکثر بیویوں سے اولاد بھی تھی مگر آپ پر دسلم میں حرمیں کرتے رہے اور آخر کار بنت سبع کے معاملہ میں آپ نے حرام اور خونِ ناحق بھی کیا (نعوذ باللہ) جب حضرت داؤد ایسے ضعیف ہوگئے کہ آپ پر ہر چند کپڑے ڈالے جاتے مگر آپ کو گرمی نہ پہونچتی اور سردی موقوف نہ ہوتی تو یہ تجویز ٹھیری کہ ایک نوجوان باکرہ عورت بہم پہونچائی جائے جو آپ کی خدمت کرے اور آپ کے ساتھ ہم خواب ہو۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ ایک نہایت حسین اور نوعمر عورت لائی جائے"!

اقتباس مندرجہ بالا کے بعد ہم اپنی طرف سے صرف اس اضافہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ خود شیشے کے مکانوں میں رہتے ہوں ان کا، دوسروں پر پتھر پھینکنے میں پیش قدمی کرنا عقلمندی کے خلاف ہے۔

مہر | عورتوں کو نکاح میں مہر دینا شریعت موسوی وعیسوی میں داخل ہے۔ ملاحظہ فرمائیے پیدائش باب ۳۴ آیہ ۱۲۔ خروج باب ۲۲ آیہ ۱۶۔ استثناء باب ۲۲ آیہ ۲۹۔ اول سموئیل باب ۱۸ آیہ ۲۵۔

شوہر کی اطاعت | لوگ موجودہ عیسائی دنیا کی عام روش دیکھ کر تعلیم عیسوی کے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا

نہ ہوں۔ انجیلی تعلیم عورتوں ہی کو مردوں کی فرمانبرداری کا حکم دیتی ہے۔ **افسیوں** باب ۵ آیات ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ میں ہے کہ :-

"اے عورتوں! اپنے شوہروں کی ایسی فرمانبردار ہو جیسے خداوند کی۔ کیونکہ شوہر زوجہ کا سر ہے جیسے کہ مسیح بھی کلیسہ کا سر ہے اور وہ بدن کا بچانے والا ہے۔ تو بھی جیسے کلیسہ مسیح کی فرمانبردار ہے ویسے ہی بیویاں بھی ہر بات میں اپنے شوہروں کی ہو دیں"

اسی طرح اول **تمطاؤس** باب ۲ اور اول **پطرس** باب ۳ میں بھی عورتوں کو اپنے شوہروں کی اطاعت کا تاکیدی حکم موجود ہے۔

فساق و فجار سے اجتناب | عیسائی رواداری کا وعظ کہنے والے اس بات کو غالباً دلچسپی سے دیکھیں گے کہ احکام انجیل کی رو سے عیسائیوں کو بالکل اجازت نہیں کہ وہ اپنے ان عیسائی بھائیوں تک سے میل جول رکھیں اور ان کے ساتھ کھانا تک کھائیں جو حرام کار یا لالچی یا بت پرست یا گالی دینے والے یا شرابی یا ظالم ہوں۔ اول **قرنتیوں** کے باب ۵ آیۃ ۱۱ میں ہے کہ :-

"اگر کوئی بھائی کہلا کر حرام کار یا لالچی یا بت پرست یا گالی دینے والا یا شرابی یا لٹیرا ہو تو اس سے صحبت نہ رکھنا بلکہ ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانا"

توحید و تثلیث | تثلیث کے مسئلہ نے عیسائی دنیا میں بڑا تہلکہ برپا کیا، بڑی خونریزیاں کیں اور بہت سے فرقے پیدا کر دیئے۔ مگر ہم یہاں صرف انجیل کی روشنی میں اسے دیکھنا چاہتے ہیں۔

جن کتابوں کو آسمانی ہونے کا دعویٰ ہے اونکے مطالعہ کرنے والوں کے پاس ان کتابوں کی حقانیت دریافت کرنے کے لیئے ایک اتنا اچھا معیار ہے جس میں مغالطہ نہیں ہونے پاتا۔ وہ معیار توحید کی تعلیم ہے۔ جن کتب سماوی میں توحید کو جس خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہو اتنی ہی حقانیت کا ان میں پتہ چلتا ہے اور انکی عبارتیں جس قدر توحید اصلی سے ہٹی ہوئی ہوں اتنا ہی ان میں تحریف و الحاق کا گمان ہوگا۔ اناجیل مروجہ میں

باوجود اس کے کہ تحریف و الحاق کے وقوع کا عیسائی علماء کو اعتراف ہے تعجب ہے کہ توحید الٰہی اور عبدیت مسیح کی تائید میں کافی مواد موجود ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ باوجود اس مواد کے عیسائیوں نے تثلیث کو بے دھڑک اپنا مسلک قرار دیا اور الوہیت مسیح کے قائل ہو گئے اقتباسات ذیل ملاحظہ ہوں:۔

"یسوع نے اس کے جواب میں کہا کہ سب حکموں میں اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن تو

خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے" (مرقس باب ۱۲ آیہ ۲۹)

اسی نوع کا مضمون متی باب ۲۲ آیہ ۳۶ تا ۴۰ میں بھی موجود ہے اور اس توحید نیز ہمسایہ کو پیار کرنے کی بابت آیہ ۴۰ میں مسیح کا یہ قول بھی درج ہے کہ "انہیں دو احکام پر ساری شرع اور سب انبیاء کی باتیں موقوف ہیں"، اس سے زیادہ زبردست ثبوت دین مسیح کی بنیاد کے توحید پر ہونے کا کیا ہو سکتا ہے؟

"خدا ایک ہے اور خدا اور آدمیوں کے بیچ ایک آدمی بھی درمیانی ہے وہ مسیح یسوع ہے"

(اول تمطاوس باب ۲ آیہ ۵)

توحید الٰہی اور عبدیت مسیح کا اس سے واضح تر اعتراف کیا ہو سکتا ہے؟ کتب عہد جدید میں بکثرت ایسی عبارتیں موجود ہیں جن سے عیسیٰ علیہ السلام کا ابن آدم اور نبی اور اللہ کا برگزیدہ بندہ ہونا پایا جاتا ہے آپ کے حواری بھی آپ کو اللہ کا بندہ اور نبی تسلیم کرتے تھے۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے بعد کے عیسائی علماء اور تثلیث پر ایمان لانے لگے اور یہ عقیدہ رکھنے لگے کہ خدا کی ذات واحد تین اقانیم پر مشتمل ہے وجود حیات اور علم جس سے باپ بیٹا اور روح القدس مراد ہیں۔ بعض عیسائی فرقوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو بھی تثلیث میں داخل کر لیا۔

منجملہ دیگر اعتراضات کے ایک عقلی اعتراض جو اس تثلیث پر وارد ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر اقانیم ثلاثہ میں سے ہر واحد کو ہر قسم کے کاموں کی یکساں قدرت کا مالک تسلیم کیا جائے تو تعین تعداد ثلاثہ اور تخصیص تثلیث کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور اگر اقانیم ثلاثہ میں سے ہر اقنوم کو بطرز خاص جدا جدا کاموں کی قدرت کا مالک تسلیم کیا جائے تو ہر واحد کی شان میں نقص عظیم کا ہونا لازم آئیگا۔ کہ ایک کا کام دوسرا نہیں کر سکتا اور اس بنا پر ذات واحد میں تقسیم کا تعین تثلیث کی ضرورت ہوئی اور

قادر مطلق کی شان سے بہت بعید ہے۔

عیسائی توحید کا بھی دم بھرتے ہیں اور تثلیث کا بھی مگر یہ نہیں سمجھا سکتے کہ اس تثلیث کے ہوتے ہوئے توحید قائم کیونکر رہ سکتی ہے۔ جب سوال کیا جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ اس مسئلہ کے سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہے۔ انجیل سے بھی وہ کوئی سند پیش نہیں کر سکتے۔ توریت، و انجیل میں لفظ "تثلیث" کسی جگہ نہیں پایا جاتا اور اسکی تعلیم نہ عیسیٰ علیہ السلام نے کسی کو دی نہ آپ کے کسی حواری نے۔ چنانچہ میزان الحق مطبوعہ مرزاپور (۱۸۴۳ء) میں جو کہ ایک عیسائی کی تصنیف ہے باب ۲ فصل ۴ صفحہ ۱۴۶ پر درج ہے کہ:۔

"مسیحیوں کے اعتقاد میں اس عمدہ مطلب کو تثلیث یا ثلاث واحد کہتے ہیں اور اگرچہ یہ لفظ بعینہ انجیل میں نہیں پائے جاتے مگر انجیل کی اس عمدہ تعلیم کا عادت کے موافق ایسا نام ہوا ہے"

باوجود میزان الحق کی اس عبارت کے عہد نامہ جدید میں تین مقامات ایسے ہیں جہاں تثلیث کا لفظ صاف تو نہیں آیا مگر باپ بیٹے اور روح القدس کا ذکر ایک جگہ جمع ہو گیا ہے۔ ایک تو متی باب ۲۸ آیۃ ۱۹ میں ہے کہ:۔

"اس لیے تم جا کر سب قوموں کو شاگرد کرو۔ اور انہیں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو"

یہ ذکر کسی اور انجیل میں نہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اور انجیلوں میں بھی اس کا ذکر ضرور آتا جیسا کہ متعدد امور میں ایک ہی بات کا مختلف اناجیل میں اعادہ کیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس عبارت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے تثلیث ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب قوموں کو باپ کے نام سے جو کہ خدا ہے اور بیٹے کے نام سے جو کہ اس کا رسول ہے اور روح القدس سے پیدا ہوا ہے بپتسمہ دیکر شاگرد کرو۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ خدا کے نام کے ساتھ اسکے رسول کا نام آنا بھی ضروری ہے باپ اور بیٹے کے الفاظ کا استعمال اور

زمانہ کی رسم کے مطابق محض رسمی ہے جس پر مزید گفتگو آگے آئے گی۔

دوسرے دوم قرنتیوں کے باب ۱۳ آیہ ۱۴ میں ہے کہ:۔

"اب خداوند یسوع مسیح کا فضل اور خدا کی محبت اور روح قدس کی صحبت تم سبھوں کے ساتھ

ہووے۔ آمین"

یہ صرف دعائیہ کلمات ہیں اور اقانیم ثلاثہ کے ثبوت کا ان میں شائبہ تک نہیں۔

تیسرے اول یوحنا باب ۵ آیہ ۷ میں ہے کہ:۔

"تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح قدس اور یہ تینوں ایک ہیں"

یہاں البتہ تثلیث کا صاف صاف اظہار ہے اور یہی آیت اہل تثلیث کے تثلیثی عقیدہ کی بنیاد ہے لیکن بڑے تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اس آیت کے الحاقی ہونے پر جمیع محققین علمائے عیسوی کا اتفاق ہے۔ پادری فانڈر صاحب اور گریسباخ اور شولز ان لوگوں میں سے ہیں جو اس کے الحاقی ہونے کے معترف ہیں۔ لندن میں سنہ ۱۸۳۳ء میں مسیحی علماء کی جانب سے ایک کتاب "لائبریری آف یونیورسل نالج" شائع ہوئی جس میں مرقوم ہے کہ اسحٰق نیوٹن نے ایک پچاس صفحوں کا رسالہ لکھا ہے جس میں نامہ یوحنا اور نامہ پولوس کے ان دو فقروں کے متعلق تحقیقی بحث کی ہے جن سے مسئلہ تثلیث پیدا ہوا ہے اور نیوٹن کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ ان دونوں آیات میں کاتبوں نے تبدیلی کی ہے۔ اس سے دونوں آیات مندرجہ بالا یعنی دوم قرنتیوں کے باب ۱۳ آیہ ۱۴ اور اول یوحنا باب ۵ آیہ ۷ کے الحاقی ہونیکا ثبوت پایا جاتا ہے سنہ ۱۸۷۰ء میں شہر کنٹربری (انگلستان) میں بائیبل کی تنقید کی غرض سے ستائیس (۲۷) مشہور عیسائی علماء کی ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں بالاتفاق یوحنا کی متذکرہ بالا آیت الحاقی قرار دی گئی۔

یہودیوں میں تو باوجود عقائد میں اختلافات باہمی کے کوئی شخص بھی عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت تو درکنار رسالت تک کا قائل نہیں۔ نہ توریت اور صحف انبیائے بنی اسرائیل میں کہیں تثلیث کی تعلیم پائی جاتی ہے۔

(باقی)